نظرات

گذشتہ ماہِ نومبر کے وسط میں علی الصبح معصوم بچوں کو اسکول لے جانے والی بس وزیرآ[باد] پل پر اس کی ریلنگ توڑتی ہوئی ایکدم جمنا میں گر گئی۔ جس میں تقریباً ایک سو بیس کے قریب بچے سوار تھے جو اپنے معمول کے مطابق اسکول جا رہے تھے۔ جیسے ہی بس جمنا میں گرتی ہوئی وہاں مچھلی پکڑنے والوں نے دیکھی فوراً ہی مستعدی کے ساتھ بس کی طرف تیرتے ہوئے وہ دوڑ پڑے اور انہوں نے روتے بلکتے چیختے چلاتے بچوں کو ہر ممکن طریقہ سے جمنا میں پھنسی بس میں سے نکالنے کی بھرپور کوششیں شروع کر دیں۔ جس کے نتیجے میں خدا کے فضل و کرم سے اسی نوے بچے ڈوب کر موت کے منہ میں جانے سے بچ گئے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۲۸ بچے جاں بحق ہوئے ہیں باقی سب صحیح و سلامت ہیں۔ یہ حادثہ کس قدر دردناک ہے اس کا اندازہ صرف اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان سطور کا راقم جب روزناموں میں اس خبر کو پڑھ رہا تھا تو بے ساختہ آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ پڑا۔ باوجود کوششوں کے بھی جذبات قابو میں نہ رہ سکے۔ یہ حادثہ کیوں ہوا اس کے بارے میں تو ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہی ہے کیونکہ دہلی حکومت نے ایک تحقیقاتی کمیٹی بٹھانے کا اعلان کیا ہے اس کی تحقیقات جو سامنے آئے گی اس کے بعد ہی کچھ اظہار خیال کیا جائے گا مگر اخبارات کی خبروں سے اتنا اندازہ تو لگانا کوئی مشکل نہیں ہے کہ ڈرائیور کی ناعاقبت اندیشی، اتراہٹ، غیر ذمہ دارانہ پن، بچپن کی طفلانہ اُچھل کود والی ذہنیت ہی کے نتیجے میں یہ حادثہ رونما ہوا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اسکول کے اسٹاف کے پڑھے لکھے لوگوں کو بار بار ڈرائیور کی غیر ذمہ دارانہ حرکتیں یاد دلائی جاتی رہیں اس کے باوجود انہوں نے اس طرف کان دھرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ پڑھے

والی جگہ پر ان پڑھ جیسے لوگوں کے طرزِ عمل کا نظارہ حیرت و شرم کی بات ہے۔ ایک بس میں دو لیسوں کے بچوں کو ٹھونس ٹھونس کر بھرا ہوا تھا اور اس پر بائیس سالہ ڈرائیور کی غیر ذمہ داری والا پرواہی سے بس چلانے کی عادت، اگر اسکول کے منتظمان میں ذرا بھی ذمہ داری کا مادہ ہو اور وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں مستعد و چوکس ہوں تو اس قسم کے حادثات سے بچا جا سکتا ہے۔ اور اسکول کے اساتذہ، منتظمان کو تو اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے چوکس و مستعد ہونا ہی پڑے گا۔ کیونکہ اس سے تمام انسانیت کی فلاح و بہبودگی وابستہ ہے۔ وزیرآباد پل پر بس گرنے کے حادثہ میں کتنی ہی معصوم جانیں ضائع ہو گئیں کتنی ہی ماؤں کی گودیں اُجڑ گئیں کتنے ہی گھروں کے چراغ بجھ گئے کتنے ہی گھروں میں نہ معلوم کب تک ماتم چھایا رہے۔ یہ سب سوچ کر دل و دماغ میں لرزہ سا طاری ہو جاتا ہے رنج و غم میں ہر انسان ڈوبے بغیر نہیں رہ سکتا ہے لیکن اس گھٹا ٹوپ اندھیری رنج و غم کی پت جھڑ میں انسانی فرض کے انجام دہی میں اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اللہ کے نیک بندوں کی بے مثال بہادری کی مشعل نے بھر وسہ اعتماد و شرافت کی نظیر بھی ہم کو دکھا دی ہے جس سے کچھ ڈھارس بندھی یعنی مچھلی پکڑنے والے کشتی پر موجود عبدالستار اور اس کے ساتھی مزدور جن میں ہندو مسلمان دونوں ہی تھے ایکدم جمنا میں بچوں کو نکالنے کے لئے کود پڑے اور جمنا میں کودتے وقت انہوں نے اس کی مطلقاً پرواہ نہیں کی کہ وہ خود بھی جاں بحق ہو سکتے ہیں یا ان کی زندگی خطرے میں پھنس سکتی ہے۔ واہ! واہ! شاباش ہے عبدالستار اور اسکے ہندو مسلمان ساتھی مزدوروں کو، جنھوں نے صرف اور صرف انسانی فرض کو محسوس کر کے ڈوبتے معصوم بچوں کو جمنا کے پانی سے زندہ نکالا۔ اس پر انھیں جس قدر شاباشی دی جائے انعام و اکرام سے نوازا جائے وہ کم ہی ہے۔ مقامِ شکر ہے کہ دہلی سرکار نے تو نہیں لیکن انگریزی اخبار ٹائمز آف انڈیا گروپ نے "ہیرو ایوارڈ" جو اس نے اس حادثہ سے متاثر ہو کر پہلی دفعہ قائم کیا ہے اس کا

سب سے پہلا انعام عبدالستار کو دے کر عزت افزائی کی ہے عبدالستار نے اپنی نیک دلی کی بدولت اپنے ہندو مسلمان ساتھیوں کو بھی اس انعام میں شامل کر کے شرافت کا اعلیٰ مثال قائم کی ہے جس پر ہم کو دلی مبارکباد اور دعائیں دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ سچا مسلمان اسی کو کہتے ہیں جو اطاعت رسول اللہ میں پیش پیش رہے۔

اس قسم کے حادثات کا ایک افسوسناک پہلو یہ بھی ہے ہمارے ملک کی سڑکیں اس قدر خراب ہیں کہ اس پر گاڑیوں کا چلانا تو دور کی بات ہے سائیکل چلانا اور آدمی کا پیدل چلنا ہی جوکھم بھرا ہے۔ اس قدر خستہ حال سڑکیں ہیں جن پر ٹرک، ٹمپو اور انسانوں سے لدی پڑی بسیں جب چلتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں تو بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ملک پر اگر خدا مہربان نہ ہوتا تو یہاں ہزاروں انسان صرف سڑکوں کے خراب ہونے کی وجہ سے ہو رہے حادثوں ہی کا شکار ہو کر روزانہ مر جاتے ـــ سڑکوں پر ہر جگہ گڈھے ہیں بیشتر علاقوں کی سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں جس پر ملبہ، پانی، کیچڑ اٹا پڑا رہتا ہے۔ اور اس پر گائے بھینسوں کی چہل قدمی نے سڑکوں کو بالکل ہی غیر محفوظ بنا کر رکھدیا ہے۔ جہاں جانوروں کی جانوں کا اس قدر خیال رکھا جاتا ہو وہاں انسانی جانوں کی تو زبردست وقعت ہونی چاہیئے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ صورت حال موجود نہیں ہے جانور کی جان عزیز ہے مگر انسانوں کی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے یہ ہے سائنسی دنیا میں انسانوں کی درگت، جس کا کبھی تصور بھی نہیں کیا گیا تھا۔

ہم لوگ روزانہ نت نئی چیزیں ایجاد کر رہے ہیں ہوائی جہاز بنا ڈالے مگر ہوائی جہاز کسی حادثہ کا شکار نہ ہوں اس پر ہمارا کوئی قابو نہیں ہو سکا۔ کاریں نئے سے نئے طرز کی بن کر سڑکوں پر چل رہی ہیں جس سے ٹریفک کا مسئلہ قابو سے باہر ہو گیا ہے۔ سڑکیں اتنی اور ایسی ہیں نہیں جس پر ہزاروں کاریں چلیں اور دوڑیں نتیجتاً سڑکوں پر کاروں کی رفتار انسانی

کے پیدل چلنے سے بھی کم ہو کر رہ گئی جو انسان کار سے جلد سے جلد مطلوبہ قیام پر پہونچنے کے لئے نکلتا ہے وہ سڑکوں پر اپنی کار کو ٹریفک جام میں آگے بڑھانے سے بے بس و مجبور ہے. گھنٹوں ہو جاتے ہیں لوگوں کو اپنی تیز رفتار کار سے اپنے مطلوبہ مقام پر پہونچنے کے لئے کیونکہ سڑکوں پہ بے تحاشا ٹریفک کی وجہ سے جام رہتا ہے. سڑکیں کشادہ ہونے کی بجائے تنگ ہیں اور وہ اسی زمانے کی ہیں جب کاریں تو ایک آدھ ہی ہوا کرتی تھیں رکشا اور تانگیں ہی انسانوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لئے استعمال میں آتے تھے آج وہ مفقود ہیں اور اس کی جگہ سائینسی کمال نے تیز رفتار کاریں پیدا کر دیں مگر اس سے انسانوں کا چین و سکون اور آرام سب غارت ہی ہو کر رہ گیا اور انسان ان سب چیزوں کا غلام بن کر رہ ایک طرح سے مفلوج ہی ہو گیا ہے ___ سڑکوں کو چوڑا کرنا سرکار کی ذمہ داری ہے غیر ممالک کی حرص و ہوس نے ہم کو ان کی ضرورت کو اپنی ضرورت بنا ڈالنے کے مرض میں جس طرح مبتلا کیا ہوا ہے اس پر افسوس اور صد افسوس کے اظہار کرنے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ ہی نہیں ہے ۔

اب تک سنا تھا کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے مگر اب سیاست کی بازیگری کا ہم جو تماشہ دیکھ رہے ہیں وہ نہ صرف عجیب و غریب ہی ہے بلکہ لرزہ خیز ہولناکی سے بھرپور ہے ۔ رونق سے بھرپور چہل پہل میں شہر اور بازاروں میں اپنی ضروریات کی چیزیں خریدنے آئے عورتیں بچے جوان بوڑھے یکدم کسی انجان حادثے کا شکار ہو جائیں تو اسے کیا کہا جائے گا ۔ درندگی، سفاکی، حیوانیت اور درندگی کا ہی نام دینا پڑے گا کس قدر دکھ کی، شرم کی، افسوس کی، رنج کی بات ہے کہ بھرے بازاروں میں کسی درندہ صفت شیطان کی شیطانی کرتوت سے معصوم و بے گناہ انسان آناً فاناً لقمہ